مولانا سعید الحق جدون

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مستشرقین کے اعتراضات کا تنقیدی مطالعہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو قرآن کریم کے بعد اسلامی قانون کا دوسرا اہم ترین ماخذ تسلیم کیا گیا ہے۔ سنت کا یہ مقام صدیوں سے مسلم اور غیر متنازعہ رہا ہے اگرچہ فقہی آرا کے بارے میں مسلمانوں میں مختلف نقطہ نظر رہے ہیں لیکن قرآن حکیم اور اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حجیت کا کسی ماہر قانون نے کبھی انکار نہیں کیا اور نہ ہی کسی فرد نے کبھی اسلامی قانون کے بنیادی اور اہم ماخذ کی حیثیت سے سنت کا درجہ چیلنج کیا ہے۔ لیکن پچھلی صدی کے دوران چند غیر مسلم مستشرقین اور ان کے پیروکاروں نے کوشش کی ہے کہ حدیث کی حجیت اور اس کی استنادی حیثیت کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کیے جائیں، یہی وجہ ہے کہ کئی مسلمان جو اس کے اصل ماخذ سے مطالعہ نہیں کرسکتے وہ مستشرقین کی تحریریں پڑھ کر شکوک وشبہات کا شکار ہوگئے ہیں۔

مستشرقین کا اصل مقصد اسلامی تعلیمات کو مسخ کرکے اسلام کا خاتمہ ہے، اس مقصد کیلئے انہوں نے ہر قسم کا حربہ استعمال کیا اور میکالے کا یہ اصول "کہ مقصد عظیم ہو تو اس کے حصول کے لیے ہر ذریعہ استعمال کرنا جائز ہے" کا انہوں نے خوب استعمال کیا، حالانکہ میکالے نے یہ اصول سیاستدانوں کے لیے وضع کیا تھا، لیکن یورپ کے ارباب قلم وعلم نے بھی اس اصول سے خوب فائدہ اٹھایا اور قرآن کریم اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تشکیک وشبہات پیدا کرنے کے لیے زہر افشانیاں اور خیالات فاسدہ وافکار باطلہ تحقیق کی آڑ میں پھیلانا شروع کردیے۔

ایک غیر جانبدار محقق بنظر انصاف ہر قسم کے تعصب سے بالاتر ہوکر تحقیق کرتا ہے، لیکن مستشرقین کی تحقیق کا انداز نرالا ہے کہ ان کے کسی ایک پیش رو نے اسلام کے خلاف کوئی شوشہ چھوڑا تو دوسرے نے اسی شوشے کو مزید ہوا دی اسی طرح جب وہ حدیث کے متعلق کوئی تحقیق کرتے ہیں تو وہ گولڈ زیہر اور اس کے متبعین کی تصانیف کو ہی قابل اعتماد مصادر سمجھتے ہیں۔ چنانچہ گولڈ زیہر سے جو غلطی ہوئی وہی غلطی دیگر

مستشرقین نے بھی دہرائی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حدیث کا جس قدر مطالعہ گولڈزیہر (Goldziher) نے کیا ہے، اتنا کسی اور مستشرق نے نہیں کیا، ''دائرہ معارف اسلامیہ'' کا مقالہ نگار اس کے متعلق لکھتا ہے: ''گولڈ زیہر نے حدیث کے متعلق جو لکھا ہے، علم اس کا مرہون منت ہے۔ مستشرقین کی اسلامی تحقیقات پر جتنا اثر انداز گولڈ زیہر ہوا ہے، اتنا اس کا کوئی دوسرا معاصر مستشرق نہیں ہوا۔(۱)

گولڈزیہر کی تمام تر زہر افشانیاں اس کی کتاب "دراسات محمدیہ (جرمن زبان میں شائع ہوئی ہے) میں موجود ہیں جن کا مطالعہ کر کے ہر بعد میں آنے والا مستشرق انہی خیالات کو اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہے، قطع نظر اس بات سے اصول حدیث اور تاریخ حدیث پر مسلمانوں کا جو موقف ابتدا سے رہا ہے وہ ہر دور کی تصانیف میں درج ہے لیکن مستشرقین نہ تو مسلمانوں کے موقف کی طرف توجہ کرتے ہیں اور نہ ہی حدیث کے متعلق مسلمانوں کے چودہ سو سالہ ادب کو کوئی اہمیت دیتے ہیں۔

تعجب کی بات ہے کہ مستشرقین کے پاس اپنی مذہبی کتابوں کے متعلق یہ ثابت کرنے کے لیے کوئی دلیل نہیں کہ کن مصادر کی مدد سے یہ کتابیں لکھی گئیں؟ جن ہستیوں کی طرف منسوب ہیں وہ واقعی انہی کی زبان وقلم سے نکلی ہیں؟ ان کتابوں کے متن میں جو باتیں درج ہیں ان کو عقلاً تسلیم کرنا ممکن ہے یا نہیں؟ انجیل کے مصنفین کے متعلق بھی عیسائیوں کو کچھ علم نہیں کہ وہ کون ہیں؟ بس یہ کہہ کر جان چھڑوائی جاتی ہے کہ وہ لوگ ملہم (Inspired) تھے اور اسی الہام (Inspiration) کی مدد سے انہوں نے وہ کتابیں لکھی تھیں۔ مستشرقین بائبل کے مصنفین کی ہر بات کو آنکھ بند کر کے تسلیم کر لیتے ہیں اور اس حوالے سے ان کے قلموں کی سیاہی خشک، افکار کی دھار کند اور تخیل کی تیزی جمود کا شکار ہے کیا انصاف کا یہی معیار ہے؟

احادیث پر مستشرقین کے چند مشہور اعتراضات بمع جوابات پیش خدمت ہیں۔ یہ لوگ احادیث پر عموماً پانچ اعتراضات کرتے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

1۔ پہلا اعتراض:

احادیث کی کتابوں میں بعض موضوع روایات کے پائے جانے کی وجہ سے دوسری احادیث کی حیثیت مشکوک ہے، چنانچہ آرتھر جیفری اپنی کتاب "Islam, Muhammad and his religion" میں لکھتا ہے:

"After the prophet's death, however, the growing community of his followers found that a great many problems of religion, and even more of community life, were arising for which there was no specific guidance in the Quran, Guidance was therefore sought in the Traditions, Hadith, as to what the prophet had said and done, or was reported to have said and done. This vast accumulation of genuine, partly genuine, and quite spurious traditions was presently digested into the collection of Hadith" (۲)

"تاہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد، ان کے پیروکاروں کی بڑھتی ہوئی جماعت نے محسوس کیا کہ مذہبی اور معاشرتی زندگی میں بے شمار ایسے مسائل ابھر رہے ہیں جن کے متعلق قرآن میں کوئی رہنمائی موجود نہیں ،لہذا ایسے مسائل کے متعلق راہنمائی حدیث میں تلاش کی گئی۔احادیث سے مراد وہ چیزیں جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان سے کہیں یا آپ ان پر عمل پیرا ہوئے یا وہ چیزیں جن کے متعلق کہا گیا کہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال یا افعال ہیں ۔صحیح ،جزوی طور پر صحیح اور اور جعلی احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ حدیث کی کتابوں میں جمع کردیا گیا۔"

آتھر جیفری نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ صحیح اور جزوی طور پر صحیح احادیث بھی تھیں لیکن جعلی احادیث بھی وضع کی گئیں تھیں مسلمانوں نے صحیح احادیث کے ساتھ من گھڑت احادیث کو بھی کتابوں میں درج کردیا جس سے دوسری صحیح حدیثوں کی حیثیت مشکوک ہوگئی۔

جیفری کے اعتراض کا تنقیدی مطالعہ:

مستشرقین کا یہ اعتراض انتہائی کمزور اور سطحی درجہ کا ہے ،احادیث کی کتابوں میں موضوع احادیث کی موجودگی کوئی ایسی بات نہیں جس کے انکشاف کا سہرا مستشرقین کے سر پر ہو، بلکہ مسلمان ہر زمانے میں اس قسم کی حدیثوں سے آگاہ رہے ہیں اور علما نے اپنے دینی بھائیوں کو ہمیشہ ایسی احادیث سے آگاہ اور خبردار کیا ہے۔چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی نے "اللآلی المصنوعہ فی الا حادیث الموضوع" کے عنوان سے کتاب لکھی جس میں تمام موضوع احادیث کو جمع کیا اور اسی طرح حافظ ابو الحسن بن عراق نے "تنزیہ الشریعة المرفوع عن الاحادیث الشنیعةالموضوع " کتاب لکھی جس میں موضوع روایات کا ذکر ہے تاکہ مسلمان موضوع احادیث سے ہوشیار رہیں۔جب مسلم علما کا حدیث کے ساتھ اس قدر اشتغال ہے کہ وہ موضوع اور صحیح، ضعیف اور سقیم حدیث میں تمیز کرسکتے ہیں اور انہوں نے ایسے قوانین اور اصول مرتب کیے جن کی روشنی میں احادیث صحیحہ کو پرکھا جاسکتا ہے تو موضوع روایات کے پائے جانے کی وجہ سے احادیث صحیحہ کی حیثیت کیسے مشکوک ہوگئی ؟

صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داود، نسائی شریف میں کوئی حدیث موضوع نہیں اور ابن ماجہ میں کو چند ایک موضوع احادیث ہیں لیکن محدثین نے ان کی بھی نشاندہی کی ہے۔بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مستشرقین کو ایسی احادیث کے موضوع ہونے کا علم ہی مسلمانوں کی خوشہ چینی سے ہوا ہے ورنہ جو قوم بائبل کے ہر رطب ویابس کے کلام اللہ ہونے پر یقین رکھتی ہو، اسے کیا خبر کہ صحیح حدیث کونسی ہے اور موضوع کونسی؟

دوسرا اعتراض

سر ولیم میور اور گولڈ زیہر کا دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں لکھنے کا کام آپ کی وفات کے نوے برس بعد شروع ہوا، اور بعد میں آنے والے مستشرقین اور منکرین حدیث نے تو ایک قدم آگے بڑھ کر کہہ دیا کہ احادیث کی تدوین تیسری صدی ہجری میں ہوئی ہے اس لیے حدیث کو دین اسلام کا مصدر قرار دینا صحیح نہیں اور اس پر اعتماد بھی نہیں کیا جاسکتا؟

مستشرقین کی اس دعوے کا تنقیدی مطالعہ

مستشرقین کا یہ اعتراض زبردست مغالطے پر مبنی ہے۔ اس لئے کہ حدیث کی حفاظت کا طریقہ محض کتابت نہیں ہے بلکہ دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مختلف طریقے اختیار کیے گئے ہیں، جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(۱) بذریعہ یادداشت: عربوں کو غیر معمولی یادداشت اور قوت حافظہ عطا کی گئی تھی ان کو اپنی شاعری کے سینکڑوں اشعار یاد ہوتے تھے، وہ نہ صرف اپنے سلسلہ نسب کو یاد رکھتے تھے بلکہ اکثر لوگوں کو تو اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کے نسب تک یاد ہوتے تھے۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت جعفر بن عمرو الضمری بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ عبید اللہ بن عدی بن خیار کیساتھ حضرت وحشی سے ملنے "حمص" گیا، عبید اللہ نے پوچھا کہ آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ تو حضرت وحشی نے جواب دیا کہ آج سے کئی سال پہلے ایک دن عدی بن خیار کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا تھا اور میں اس بچے کو چادر میں لپیٹ کر مرضعہ کے پاس لے گیا تھا بچہ کا سارا جسم ڈھکا ہوا تھا میں نے صرف پاؤں دیکھے تھے، تمہارے پاؤں اسکے پاں کیساتھ مشابہت رکھتے ہیں (۳)

غور کرنے کی بات ہے کہ جو قوم اتنی معمولی باتوں کو اتنے وثوق سے یاد رکھتی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال یاد رکھنے کا کتنا اہتمام کرے گی جبکہ وہ انہیں اپنے لیے راہ نجات سمجھتے ہوں اور اس ارشاد عالی کو بھی سن رکھا ہو۔ نضر اللہ امرأ سمع منا حدیثا فحفظہ حتی یبلغہ فرب حامل فقہ إلی من ھو افقہ منہ ورب حامل فقہ لیس بفقیہ (۴) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے حدیث سنی اور اسے یاد کیا یہاں تک کہ اسے آگے دوسروں تک پہنچایا پس بہت سے فقہ کے حامل ایسے ہیں جو اسکو زیادہ فقیہ لوگوں تک پہنچا دینگے اور بہت سے فقہی مسائل کے واقف ایسے ہیں جو خود فقیہ نہیں ہیں، چنانچہ صحابہ کرام احادیث زبانی یاد کرنے کے عادی تھے۔

سیدنا حضرت ابو ہریرہ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ممتاز صحابی ہیں اور پانچ ہزار تین سو چوہتر احادیث کے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں: میں نے اپنی رات کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہوا ہے ایک تہائی

رات میں نماز پڑھتا ہوں، ایک تہائی میں سوتا ہوں، اور باقی ایک تہائی رات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث یاد کرتا ہوں۔(۵)

(۲) مذاکرے: حفاظت حدیث کا دوسرا مصدر وماخذ اور طریقہ صحابہ کرامؓ کے باہمی مذاکرے تھے انہیں جب بھی کسی سنت کے بارے میں علم ہوتا تو وہ اسے بیان کر کے دوسروں تک پہنچاتے اور یہ طریقہ کار درحقیقت حضور اکرم کے حکم کی تعمیل پر مبنی تھا۔ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "فلیبلغ الشاهد الغائب(۶) جو لوگ حاضر ہیں وہ ان لوگوں کو پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں، چونکہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں میں علم حدیث کی بہت اہمیت تھی اس لیے ان کا مشغلہ یہی تھا کہ جب کبھی وہ باہم یکجا ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا تذکرہ کرتے ان مسلسل اور متواتر مذاکروں نے سنت کی حفاظت میں اہم کردار ادا کیا اور جو احادیث مبارکہ چند افراد تک محدود تھیں وہ دوسروں تک پہنچ گئیں۔

(۳) تعامل: سنت کی حفاظت کا تیسرا راستہ یہ تھا کہ اس پر عمل کیا جائے، صحابہ کرامؓ نے جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا اسے عملی طور اپنے آپ پر جاری کیا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو بھول جاتے جبکہ انہوں نے اپنی زندگیوں کی عمارت اسی بنیاد پر استوار کی تھی۔

(۴) کتابت: حدیث مبارکہ کی حفاظت کا چوتھا طریقہ "کتابت" ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں شروع ہو چکا تھا مستشرقین کا یا منکرین حدیث کا یہ کہنا کہ احادیث تیسری صدی ہجری میں یا اڑھائی سو سال بعد لکھی گئیں یہ تاریخی حقائق کو جھٹلانے والی بات ہے جو محض ہٹ دھرمی اور تعصب پر مبنی ہے۔تاریخی طور پر کتابت حدیث کو چار مراحل پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

الف: متفرق طور پر احادیث جمع کرنا۔

ب: کسی شخصی صحیفہ میں احادیث کو جمع کرنا جس کی حیثیت ذاتی یادداشت کی ہو۔

ج: احادیث کو کتابی صورت میں بغیر تبویب (ابواب بندی) کے جمع کرنا۔

د: احادیث کو کتابی صورت میں تبویب کے ساتھ جمع کرنا۔(۷)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا احادیث لکھوانا ،صحابہ کا احادیث کو لکھنا اور ان کی حفاظت کے لیے زبردست کوششیں کرنا ،اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک احادیث کی حفاظت انتہائی اہم ذمہ داری تھی اور وہ اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔

عہد تابعین میں کتابت وتدوین حدیث

جیسے جیسے وقت گزرتا گیا ،اسلامی سرحدیں دنیا کے طول وعرض میں پھیلنے لگیں مسلمانوں کی تعداد

بڑھتی گئی، صحابہ کرام ایک ایک کر کے اس دنیا سے رخصت ہوتے گئے ان حالات میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سرکاری سطح پر احادیث طیبہ کی تدوین کیلئے اقدامات کیے اور یہ 100 ہجری کی بات ہے لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کی اس کوشش اور حکم سے پہلے بھی عہد تابعین میں احادیث کی تدوین کے آثار ملتے ہیں۔ اس سلسلے میں صحیفہ ہمام بن منبہ نمایاں ہے جس میں حضرت ابو ہریرہ کے جلیل القدر شاگرد حضرت ہمام بن منبہ نے اپنے استاد محترم سے حاصل کردہ روایات کو جمع کیا اور اس کا نام الصحیفہ الصحیحہ رکھا۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں اس صحیفہ کو بتمامہا نقل کر دیا ہے۔ حسن اتفاق سے چند سال پہلے اس صحیفہ کا اصل مخطوطہ دریافت ہو گیا ہے اس کا ایک نسخہ جرمنی میں برلن کے کتب خانہ میں موجود ہے اور دوسرا نسخہ دمشق کے کتب خانہ مجمع العلمی میں، سیرت اور تاریخ کے مشہور محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ان دونوں نسخوں سے مقابلہ کر کے یہ صحیفہ شائع کر دیا ہے اس میں ایک سے اڑتیس احادیث ہیں، اور جب مسند احمد سے اس کا مقابلہ کیا گیا تو کہیں ایک حرف یا ایک نقطہ میں بھی فرق نہیں تھا۔ (۸)

خلاصہ کلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں ہی احادیث کو لکھا جانے لگا تھا لیکن وہ احادیث کسی ترتیب سے نہیں تھیں جس نے جو سنا اس کو نقل کر لیا، بعد میں جیسے جیسے علم حدیث کے ساتھ اہل علم کا اشتغال بڑھتا گیا تو مختلف اعتبار سے علم حدیث پر کتب لکھی جانے لگیں کسی نے فقہی نقطہ نظر سے اپنی کتاب کو تالیف کیا اور کسی نے "عقائد" اور "ایمانیات" سے آغاز کیا۔ "طہارت" سے متعلقہ احادیث کو "کتاب الطہارت" میں اور "نماز" سے متعلقہ احادیث کو "کتاب الصلوۃ" میں اور زکوۃ کی احادیث کو "کتاب الزکوۃ" میں علی ہذا القیاس اس طرح باقی احکامات کو ابواب بندی کر کے درج کیا۔

تیسرا اعتراض

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کتابت حدیث سے منع کرنا "قال لا تکتبوا عنی ومن کتب عنی غیر القرآن فلیمحہ ـــــ وحدثوا عنی ولا حرج ـــــ ومن کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار" (۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مجھ سے کوئی بات نہ لکھو اور جس آدمی نے قرآن مجید کے علاوہ مجھ سے کچھ سن کر لکھا ہے تو وہ اس مٹا دے اور مجھ سے سنی ہوئی احادیث بیان کرو اس میں کوئی گناہ نہیں اور جس آدمی نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا تو اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔ مستشرقین کہتے ہیں کہ یہ احادیث اس بات کی دلیل ہے کہ احادیث حجت نہیں تو پھر حدیثوں کی کیا اہمیت اور ان پر اعتماد کیسا؟

مستشرقین کے اس فکر کا تنقیدی مطالعہ

جب مستشرقین کا دعویٰ یہ ہے کہ احادیث قابل اعتماد اور لائق حجت نہیں تو پھر اپنے موقف کی تائید میں حدیث کو پیش کر کے استدلال کرنا کیسے صحیح ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ مستشرقین اسلام کی دشمنی میں اس قدر سچائی اور حق سے دور جا چکے ہیں کہ اسلام میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کے لیے ایک بات پر نکتہ اعتراض اٹھا رہے ہوتے ہیں تو دوسرے مقام پر اسی ردکی ہوئی بات سے دلیل پکڑ رہے ہوتے ہیں قطع نظر اس بات سے اس عمل سے ان کے اپنے اقوال میں تضاد واقع ہو رہا ہے۔

☆ امام نووی شارح صحیح مسلم نے منع کتابت حدیث کی ایک اور توجیہ ذکر کی ہے کہ علی الاطلاق کتابت کسی بھی زمانہ میں ممنوع نہیں ہوئی۔ بلکہ بعض حضرات صحابہ ایسے کرتے تھے کہ آیات قرآنی لکھنے کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ تشریح وتفسیر بھی اسی جگہ لکھ لیا کرتے تھے۔ یہ صورت بڑی خطرناک تھی، کیونکہ اس سے آیات قرآنی کے التباس کا قوی اندیشہ تھا اس لیے صرف اس صورت کی ممانعت کی گئی تھی۔ قرآن سے الگ احادیث لکھنے کی کوئی ممانعت نہیں تھی۔

جن احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کتابت حدیث کی ممانعت کی گئی ہے یہ اس زمانے کی بات ہے جب تک قرآن کریم کسی ایک نسخہ میں مدون نہیں ہوا تھا بلکہ متفرق طور پر صحابہ کے پاس لکھا ہوا تھا دوسری طرف صحابہ کرام بھی ابھی تک اسلوب قرآن سے اتنے مانوس نہ تھے کہ وہ قرآن اور غیر قرآن میں پہلی نظر تمیز کر سکیں۔ ان حالات میں اگر احادیث بھی لکھی جائیں تو خطرہ تھا کہ وہ قرآن کیساتھ گڈمڈ ہو جائیں اس خطرہ کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت حدیث سے ممانعت فرما دی لیکن جب صحابہ کرام اسلوب قرآن سے اچھی طرح واقف ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت حدیث کی اجازت دیدی جسکے متعدد واقعات کتب حدیث میں منقول ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے شکایت کی کہ وہ بسا اوقات احادیث کو بھول جاتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "استعن بیمینک اووما بیلیہ لِلخط (۱۰) اپنے داہنے ہاتھ سے مدد لو اور (یہ فرما کر) آپ نے اپنے ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ فرمایا۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو باتیں سنا کرتا تھا انہیں لکھا کرتا تھا یاد کرنے کے لیے۔ لیکن مجھے قریش نے منع کیا اور کہنے لگے کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر بات کو جو سنتے ہو لکھ لیا کرتے ہو حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر ہیں) اور بشری تقاضا کی وجہ سے آپ کو غصہ بھی آتا ہے، خوشی کی حالت بھی ہوتی ہے (اور آپ کبھی غصہ میں اور کبھی خوشی کی حالت میں گفتگو کرتے ہیں لہذا میں نے کتابت سے ہاتھ روک لیا اور اس کا تذکرہ حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم سے کیا، حضور نے اپنی انگلیوں سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ لکھا کرو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس منہ سے سوائے حق بات کے اور کچھ نہیں نکلتی ۔(۱۱)

فتح مکہ کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں انسانی حقوق پر مشتمل کئی احکام شریعت تھے، ایک یمنی شخص نے جس کا نام "ابو شاہ" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ یہ خطبہ اسے تحریری صورت میں مہیا کیا جائے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اکتبوا لابی شاہ (۱۲) ابو شاہ کے لیے تحریر کرو ۔ یہ چند مثالیں اس بات کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صحابہ میں کتابت حدیث کا طریقہ خوب اچھی طرح رائج ہو چکا تھا لیکن یہ کوششیں سب انفرادی تھیں اور کتابت حدیث سے ممانعت ایک مخصوص وقت میں تھی ۔

چوتھا اعتراض

منٹگمری واٹ احادیث طیبہ کی اسناد کے متعلق اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ مسلمان اپنی بات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے کے لیے اسناد کو گھڑا کرتے تھے ۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے

"The insistence on complete chains is to be associated with the teaching of Ash Shafi-I, who was roughly a contemporary of al-Waqidi .Once it became fashionable to give complete isnads, scholars must have been tempted to extend their chains backwards to contemporaries of Muhmmad.Even when thus added to the chains, however, their additions may have been sound, since they probably knew in a general way where their predecessors had obtained information. This means only that we cannot rely so fully on the early links of chains as on the later ones" (۱۳)

احادیث کی مکمل اسناد بیان کرنے کو "الشافعی" کی تعلیمات کا نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے جو تقریباً الواقدی کے ہم عصر تھے ۔ جب احادیث کی مکمل اسناد بیان کرنے کا رواج ہوگیا تو لازماً علما کی یہ خواہش ہوتی ہوگی کہ وہ اپنی اسناد کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تک پہنچائیں ۔ خواہ انہیں اپنی اسناد میں اضافہ کرنا پڑے، تاہم اس قسم کے اضافوں کو بھی قابل اعتبار سمجھا جاسکتا ہے کیونکہ غالباً وہ عام طور پر جانتے تھے کہ ان کے پیش روں نے یہ معلومات کہاں سے حاصل کیں، اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہم جس طرح اسناد کی آخری کڑیوں پر اعتبار کرسکتے ہیں اس طرح ان کی ابتدائی کڑیوں پر اعتبار نہیں کرسکتے ۔" منٹگمری واٹ یہ تاثر دینے کی کوشش کررہا ہے کہ مسلمان احادیث کی سند کو گھڑا کرتے تھے بظاہر وہ یہ نہیں کہہ رہا کہ وہ احادیث کو گھڑا کرتے تھے اس لیے کہ جب اسناد مشکوک ہو جائیں گی تو احادیث طیبہ خود بخود اپنا اعتماد واعتبار کھو بیٹھیں گی ۔

واٹ کے اعتراض کا تنقیدی جائزہ

منٹگمری واٹ کا یہ اعتراض یا تو مسلمانوں کے اصول حدیث کے فن سے اس کی کلی جہالت کا نتیجہ ہے اور یا پھر احادیث طیبہ کے قصر رفیع کی بنیادوں پر عمداً کلہاڑا چلانے کی بہت بڑی سازش ہے۔روایت حدیث میں کڑی احتیاط کی خاطر محدثین کرام نے سند کی پابندی اپنے اوپر لگائی جو اسی امت کی خصوصیت ہے۔تاکہ کسی دشمن اسلام کو دخل اندازی کا موقعہ نہ مل سکے۔محدثین "اسناد" کی جانچ پڑتال کرتے تھے نہ کہ گھڑتے تھے۔

سند کا سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ جو شخص بھی کوئی حدیث بیان کرے، پہلے وہ یہ بتائے کہ اس کو یہ حدیث کس نے سنائی ہے؟ اور اس سنانے والے نے کس سے سنی ہے؟ اسی طرح جتنے راویوں کا واسطہ اس حدیث کی روایت میں آیا ہے، ان سب کے نام بترتیب بیان کرکے اس صحابی کا نام بتائے جس نے یہ حدیث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سن کر روایت کی ہے، چنانچہ آج حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو عظیم الشان مجموعے مشہور و معروف کتب حدیث کی صورت میں ہمارے پاس محفوظ اور پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، ان میں ہر ہر حدیث کے ساتھ اس کی سند بھی محفوظ چلی آرہی ہے، جس کی بدولت آج ہر حدیث کے بارے میں نام بنام یہ بتایا جاسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک یہ حدیث کن کن اشخاص کے واسطے سے پہنچی ہے۔

کسی حدیث کی سند میں اگر درمیان کے کسی راوی کا نام چھوڑ دیا جائے تو محدثین ایسی سند کو "منقطع" کہہ کر ناقابل اعتماد قرار دیتے ہیں، اور اگر نام تو سب راویوں کے بیان کردے جائیں، مگر ان میں کوئی راوی ایسا آجائے جو ثقہ، اور متقی و پرہیزگار نہ ہو، یا اس کا حافظہ کمزور ہو یا وہ ایسا غیر معروف شخص ہو جس کے تقوی اور حافظے کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو، تو ایسی تمام صورتوں میں محدثین، اس سند پر اعتماد نہیں کرتے اور جب تک وہ حدیث کسی اور قابل اعتماد سند سے ثابت نہ ہوجائے اسے قابل استدلال نہیں سمجھتے اور یہ ساری تفاصیل جاننے کے لیے "اسماء الرجال" کا فن ایجاد کیا گیا جسمیں راوی کے تمام ضروری حالات مثلاً، پیدائش و وفات، تعلیم کب اور کس سے حاصل کی، شاگرد کون تھے، ناقدین کی کیا رائے تھی وغیرہ وغیرہ ذالک سب اس میں موجود ہیں(۱۴)

فن اسماء الرجال کے بارے میں ڈاکٹر اسپرنگر جیسے متعصب یورپین کو یہ لکھنا پڑا کہ کوئی قوم دنیا میں ایسی نہیں گزری، نہ آج موجود ہے، جس نے مسلمانوں کی طرح "اسماء الرجال" کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہوسکتا ہو(۱۵)

خلاصہ کلام محدثین روایت کو لینے اور بیان کرنے میں بڑی احتیاط کرتے تھے اور باقاعدہ اسناد کی جانچ پڑتال کرتے تھے اور اس کا مقصد یہی ہوتا تھا کہ وہ "سند" من گھڑت تو نہیں اگر کسی قسم کا کوئی شبہ یا شک ہوتا تو روایت کو چھوڑ دیتے تھے چہ جائیکہ یہ کہا جائے کہ وہ "اسناد" کو گھڑتے تھے۔اور راویوں کی چھان بین کے سلسلے میں "اسماء الرجال" جیسا عظیم الشان فن ایجاد ہوا جس کی بدولت کسی بھی راوی کے مکمل حالات معلوم کیے جاسکتے ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ محدثین اسناد کو گھڑا کرتے تھے یہ سراسر بے جا الزام ہے جو دعویٰ بلا دلیل کے قبیل سے ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

۵۔ پانچواں اعتراض

گولڈ زیہر اور شاخت نے متن حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ محدثین نے اسناد کے پرکھنے میں جس قدر محنت کی، اس قدر محنت "متن" کی جانچ پڑتال میں نہیں کی کہ آیا وہ بات جس کو حدیث بیان کررہی ہے وہ اس معاشرے اور واقعہ پر بھی منطبق ہوتی ہے؟

مذکورہ اعتراض کا تنقیدی مطالعہ

مستشرقین کا یہ کہنا کہ "متن" کی جانچ پڑتال نہیں کی گئی یہ حقائق سے چشم پوشی کرنا ہے۔محدثین نے جس طرح احادیث کی "اسناد" کو پرکھا اسی طرح "متون حدیث" کو بھی پرکھا اور اس سلسلے میں اصول وقواعد مرتب کیے، شاذ و معلل کی اصطلاحات مقرر کیں جس طریقے سے سند میں شذوذ پایا جاسکتا ہے اسی طرح متن میں بھی، جس طریقے سے کوئی علت خفیہ قادحہ سند میں ہوسکتی ہے متن میں بھی پائی جاسکتی ہے، جس طرح منکر، مضطرب، مصحف، مقلوب ہوسکتی ہے اسی طرح بعینہ متن میں بھی یہ صورت حال ہوسکتی ہے۔لہٰذا جب محدثین کرام نے سند اور متن دونوں کے پرکھنے کے اصول وضع کیے ہیں تو پھر کہاں اس بات کی گنجائش ہے کہ یہ کہا جائے کہ محدثین نے "متن حدیث" کو نہیں پرکھا۔

احادیث کے "متون" کی جانچ پڑتال تو صحابہ کرام کے زمانے میں بھی ہوتی تھی جس کی کئی مثالیں موجود ہیں کہ باوجود "سند" کے صحیح ہونے کے، "متن" کو رد کردیا گیا۔جیسا کہ فاطمہ بنت قیس کا مشہور واقعہ ہے حضرت عمر نے جب ان کی حدیث کو سنا کہ جب ان کے شوہر نے انہیں تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے رہائش اور خرچہ مقرر نہیں کیا یعنی یہ مسئلہ سامنے آیا کہ مطلقہ ثلاثہ کو سکنی ونفقہ نہیں ملے گا حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا: قال ما كنا لندع كتاب ربنا وسنة نبينا صلى الله عليه وسلم لقول امرة لا ندري حفظت ذلك ام لا "ہم ایک عورت کے بیان پر اللہ کی کتاب اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ترک نہیں کریں گے پتہ نہیں اس کو ٹھیک سے یاد بھی رہا یا نہیں' ایسی عورت

کو خرچہ وغیرہ ملے گا(۱۶)

حضرت عائشہ نے جب حدیث ابن عمر کو سنا اِن المیت لیعذب ببکاءِ اھلِہٖ "میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔"

تو فرمایا "لا واللہِ ما قالہ رسول اللہِ صلی اللہ علیہِ وسلم قط اِن المیت یعذب ببکاءِ اھلہ ولٰکنہ قال اِن الکافِر یزیدہ اللہ ببکاءِ اھلِہٖ عذابا واِن اللہ لھو اضحک وابکی ولا تزر وازرۃ وزر اخری

"نہیں اللہ کی قسم رسول اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ مردہ کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کافر پر اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب اور زیادہ ہو جاتا ہے اور اللہ ہی ہنساتے اور رلاتے ہیں کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔"

راوی حدیث حضرت ابو ایوب کہتے ہیں کہ:۔جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث پہنچی تو فرمایا "قالت اِنکم لتحدِثونِی عن غیرِ کاذِبین ولا مکذبین ولٰکن السمع یخطِء" تم مجھے ایسے آدمیوں کی روایت بیان کرتے ہو جو نہ جھوٹے ہیں اور نہ تکذیب کی جا سکتی ہے البتہ کبھی سننے میں غلطی ہو جاتی ہے۔

مراجع ومصادر

(۱) پیر کرم شاہ الازہری، ضیا ءالنبی ج ۷، ص ۱۹۷

(۲) "Islam, Muhammad and his religion" Page12

(۳) درس ترمذی جلد اول ص ۳۲، از شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب

(۴) ابو داؤد شریف، کتاب العلم

(۵) حجیت حدیث صفحہ ۳۶ از شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب

(۶) بخاری شریف، کتاب المناسک

(۷) حجیت حدیث ص ۳۷،

(۸) درس ترمذی جلد اول ص:۳۷

(۹) مسلم شریف ج ۲

(۱۰) ترمذی شریف

(۱۱) ابو داؤد شریف ج ۲ (۱۲) صحیح بخاری، کتاب العلم

(۱۳) (Muhammad at madina oxford university Press Karachi Page 388 pub year1981)

(۱۴) کتابت حدیث عہد رسالت وعہد صحابہ میں، صفحہ ۴۷

(۱۵) خطبات مدراس ص:۷۷ (۱۶) سنن ابی داؤد، باب الطلاق